اسلام آباد اعلامیہ

برائے

عالمی امن و ہم آہنگی

01 September, 2026

اسلام آباد اعلامیہ

برائے عالمی امن وہم آہنگی

01 September, 2026

تمہید

تمام انسان ایک ہی انسانی خاندان کا حصہ ہیں۔ان کے مابین مذہبی، نسلی، لسانی، تہذیبی اور ثقافتی اخلافات انسانی تاریخ و فطرت کا حصہ اور ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہیں۔اگر اس تنوع کو قبول کرتے ہوئے اسے احترام اور مکالمے کے اصولوں کے تحت بروئے کار لایا جائے، تو یہ انسانیت کی مشترکہ ترقی، امن اور خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

موجودہ عالمی منظر نامہ مسلح تنازعات، مذہبی و نسلی منافرت، انتہا پسندی، دہشت گردی، جبری نقل مکانی، نسلی و مذہبی امتیاز، ڈیجیٹل ذرائع کے ذریعے نفرت انگیز بیانیوں، اور بڑھتی ہوئی سماجی تقسیم جیسے سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ان حالات میں مذاہب کو تقسیم، تصادم یا سیاسی مفادات کے لیے استعمال کرنا، نہ صرف انسانی اقدار کے خلاف ہے بلکہ خود مذہب کی اصل روح سے بھی متصادم ہے۔

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مذاہب، اپنی حقیقی تعلیمات میں انسان کے اخلاقی ارتقا، قیامِ عدل، مظلوم کی حمایت، انسانی وقار کے تحفظ، خدمتِ خلق اور مشترکہ بھلائی کے فروغ کا سرچشمہ ہیں۔اس لیے مذہبی قائدین، علمی اداروں، پالیسی سازوں اور سول سوسائٹی پر یہ مشترکہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مذاہب کو اختلاف اور نفرت کا نہیں بلکہ اعتماد، باہمی تعاون اور امن کا وسیلہ بنائیں۔

اسلام آباد، جو جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور چین کے درمیان تہذیبی اور جغرافیائی ربط کا ایک اہم سنگم ہے، یہ شہر اس اعلامیے کے ذریعے اس عزم کی علامت ہے کہ مختلف مذاہب، تہذیبیں اور اقوام باہمی احترام، مشترکہ مفاد اور اخلاقی تعاون کے ذریعے ایک زیادہ پر امن مستقبل تشکیل دے سکتے ہیں۔ یہ اعلامیہ کسی ایک مذہب، قوم یا خطے تک محدود نہیں ہے، بلکہ ان تمام افراد اور اداروں کے لیے ایک مشترکہ دعوت ہے جو اس یقین پر قائم ہیں کہ پائیدار امن صرف سیاسی معاہدوں سے نہیں بلکہ دلوں، ذہنوں اور معاشروں میں اعتماد، انصاف اور اخلاقی شراکت داری کے فروغ سے قائم ہوتا ہے۔

اسلام آباد مذاکرات کی کامیابی اور اسلام آباد مفاہمتی یادداشت کی کامیابی کے بعد اب ہم، اسلام آباد میں جمع ہونے والے مختلف مذاہب، مکاتبِ فکر، علمی اداروں، سماجی تنظیموں اور عوامی نمائندوں کی حیثیت سے، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اخلاقی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، اور پوری انسانیت کے ساتھ اپنی مشترکہ وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے، **"اسلام آباد اعلامیہ برائے عالمی امن و ہم آہنگی"** پیش کرتے ہیں، تاکہ انسانی وقار، مذہبی ہم آہنگی، انصاف، باہمی احترام، ذمہ دارانہ مکالمے اور مشترکہ خیر کے ان اصولوں کی توثیق کی جاسکے جو ایک پرامن اور منصفانہ عالمی معاشرے کی بنیاد ہیں۔

ہم اس بات کی بھی توثیق کرتے ہیں کہ یہ اعلامیہ بین المذاہب ہم آہنگی، انسانی اخوت، مذہبی رواداری، مشترکہ شہریت اور امنِ عالم کے فروغ کے لیے گزشتہ عشروں میں پیش کیے جانے والے اہم بین الاقوامی اور قومی اعلامیوں اور اقدامات کی رُوح، مقاصد اور مشترکہ اقدار سے ہم آہنگ ہے۔ ہم ان دستاویزات میں پیش کیے گئے اصولوں کی تائید کرتے ہوئے، موجودہ عالمی چیلنجز اور نئی انسانی ضروریات کے تناظر میں اس اعلامیے کو ان کا تسلسل اور عملی توسیع سمجھتے ہیں۔

اعلامیہ کے بنیادی نکات

(1) انسانی وقار، حقوق کی بنیاد

انسانی وقار تمام حقوق، آزادیوں اور ذمہ داریوں کی اولین بنیاد ہے۔ ہر انسان، محض انسان ہونے کی حیثیت سے پیدائشی عزت و تکریم کا حامل ہے اور اس کی قدر و منزلت مذہب، نسل، قومیت، زبان، جنس، سماجی حیثیت یا کسی دوسرے امتیاز کی محتاج نہیں ہے۔ کسی بھی فرد یا گروہ کے ساتھ امتیازی سلوک اور اس کی تحقیر ان اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متصادم ہے جن پر تمام آسمانی مذاہب اور مہذب معاشروں کی بنیاد قائم ہے۔ ہم اس اصول کا اعادہ کرتے ہیں کہ انسان کی جان، عزت، آزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ ہر ریاست، ہر معاشرے اور ہر مذہبی روایت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

ہم اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ انسانی وقار کا احترام صرف قانونی تحفظ تک محدود نہیں ہے، بلکہ معاشرتی رویوں، تعلیمی نظام، معاشی مواقع، عوامی پالیسیوں اور مذہبی بیانیوں میں بھی نمایاں ہونا چاہیے۔ ایسا معاشرہ جو کسی فرد کو اس کے عقیدے، شناخت یا وابستگی کی بنیاد پر کمتر سمجھتا ہے، وہ درحقیقت اپنے ہی اخلاقی وجود کو کمزور کرتا ہے۔ پائیدار امن، سماجی اعتماد اور قومی یکجہتی اسی وقت ممکن ہے جب انسانی وقار کو ہر اجتماعی فیصلے کا بنیادی معیار تسلیم کیا جائے۔

(2) ایمان کی آزادی اور ضمیر کی حرمت

ایمان ایک اخلاقی اور روحانی انتخاب ہے، جو جبر، خوف، نفرت یا امتیاز کے ماحول میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد اور ضمیر کے مطابق زندگی بسر کرے، اپنے مذہب پر عمل کرے، اپنے عقیدے کے اظہار میں قانون اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے آزادی سے زندگی گزار سکے، اور اس کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعائر کو تحفظ حاصل ہو۔ مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کسی معاشرے کی کمزوری نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اعتماد، آئینی پختگی اور انسانی بلوغت کی علامت ہیں۔

ہم اس امر پر بھی زور دیتے ہیں کہ ضمیر کی حرمت و آزادی صرف افراد کے حقوق کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ معاشرتی استحکام کی بنیاد ہے۔ ایسے معاشرے جہاں خوف، نفرت یا دباؤ کی فضا افراد کے اعتقادی انتخاب کو متاثر کرے، وہاں باہمی اعتماد، انصاف اور امن کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ہم ریاستوں، مذہبی قیادت اور سماجی اداروں پر زور دیتے ہیں کہ وہ ایسا ماحول تشکیل دیں جہاں مذہبی اختلاف، شہری تعلقات میں دشمنی یا محرومی کا سبب نہ بنے، بلکہ ہر فرد کو اپنی شناخت کے ساتھ باوقار، محفوظ اور ذمہ دار شہری کے طور پر زندگی گزارنے کا موقع میسر ہو۔

(3) مساوی شہریت اور مشترکہ ذمہ داری

ریاست تمام شہریوں کی مشترکہ امانت ہوتی ہے، اور اس کی بنیاد مذہبی یا نسلی شناخت کے بجائے مساوی شہریت، قانون کی بالادستی، انصاف اور مشترکہ ذمہ داری پر استوار ہونی چاہیے۔ ہر شہری، خواہ اس کا مذہب، مسلک یا ثقافتی پس منظر کچھ بھی ہو، ریاست کے تحفظ، آئینی حقوق اور قومی مواقع میں یکساں حصہ دار ہے۔ اسی طرح ہر شہری پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ قانون کا احترام کرے، قومی وحدت کو مضبوط بنائے، دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرے اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کرے۔ حقوق اور ذمہ داریوں کے درمیان یہی توازن ایک مستحکم، منصفانہ اور پائیدار ریاست کی بنیاد ہے۔

ہم اس امر پر زور دیتے ہیں کہ مساوی شہریت کا تصور محض قانونی مساوات تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ ایک ایسے سماجی معاہدے کا تقاضا کرتا ہے جس میں ہر فرد خود کو دوسرے شہریوں کے ساتھ وطن اور مستقبل کا شریک سمجھے۔ مذہبی اختلاف کسی شہری کی وفاداری، اہلیت یا قومی کردار کا معیار نہیں بننا چاہیے، بلکہ تمام شہریوں کو آئینی اصولوں اور قومی مفاد کے گرد متحد ہونا چاہیے۔

(4) مکالمہ، اعتماد اور مل جل کر سیکھنے کی ثقافت

پائیدار بین المذاہب ہم آہنگی صرف رسمی ملاقاتوں یا وقتی مکالموں سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کے لیے اعتماد، سننے کے حوصلے اور ایک دوسرے سے سیکھنے کا باقاعدہ ایک کلچر درکار ہے۔ حقیقی مکالمہ وہ ہے جس کا مقصد اپنے مؤقف کو مسلط کرنا یا دوسرے کو تبدیل

کرنا نہیں ہوتا، بلکہ ایک دوسرے کو سمجھنا، غلط فہمیوں کو دور کرنا، مشترکہ اخلاقی اقدار کو دریافت کرنا اور اختلاف کے باوجود تعاون کے امکانات پیدا کرنا ہو۔ ہم اس تصور کی حمایت کرتے ہیں کہ مکالمہ، اختلاف کو ختم کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ اختلاف کو باوقار اور تعمیری انداز میں منظم کرنے کا ایک مہذب طریقہ ہے۔

ہم اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ آج کی دنیا میں ایک دوسرے سے سیکھنے (Mutual Learning) کا اصول بین المذاہب اور بین الثقافتی تعلقات کا لازمی حصہ بن چکا ہے۔ مختلف مذہبی روایات صدیوں کے اخلاقی، روحانی اور سماجی تجربات کی امین ہیں، اور ہر روایت انسانیت کی مشترکہ دانش میں اپنا منفرد حصہ رکھتی ہے۔اس لیے ہم تعلیمی اداروں، مذہبی مراکز، جامعات، ذرائع ابلاغ اور بین الاقوامی تنظیموں پر زور دیتے ہیں کہ وہ ایسے علمی، ثقافتی اور سماجی پروگرام تشکیل دیں جو مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک دوسرے سے سیکھنے، تحقیق کرنے اور انسانی فلاح کے میدان میں مل کر کام کرنے کے مواقع فراہم کریں۔

(5) مذہب: امن، انصاف اور رحمت کا ذریعہ

مذاہب، اپنی مستند تعلیمات اور اعلیٰ اخلاقی مقاصد کے اعتبار سے، انسانیت میں امن، انصاف، رحمت، خدمت اور اخلاقی ذمہ داری کو فروغ دینے کی قوت رکھتے ہیں۔ مذہب کو نفرت، انتہاپسندی، امتیاز، تشدد یا سیاسی مفادات کے لیے استعمال کرنا اس کی اصل روح اور مقصد سے انحراف ہے۔ ہم اس تصور کو مسترد کرتے ہیں کہ مذہب بذاتِ خود تنازعات کا سبب ہے، حقیقت یہ ہے کہ تنازعات اس وقت جنم لیتے ہیں جب مذہبی تعلیمات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر یا سیاسی، نسلی اور گروہی مقاصد کے تابع بنا دیا جاتا ہے۔

ہم مذہبی قائدین، علمی اداروں اور تمام دینی برادریوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہبی ورثے کی ان تعلیمات کو نمایاں کریں جو انسانی وقار، عدل، رحم، مصالحت، خدمتِ خلق اور مشترکہ بھلائی کو فروغ دیتی ہیں۔ ہم حکومتوں اور بین الاقوامی اداروں پر بھی زور دیتے ہیں کہ وہ مذہبی برادریوں کو صرف سکیورٹی کے تناظر میں نہ دیکھیں، بلکہ انہیں امن سازی، تنازعات کے حل، سماجی ہم آہنگی، غربت کے خاتمے، انسانی امداد اور اخلاقی قیادت کے اہم شراکت دار کے طور پر تسلیم کریں۔

(6) مذہب اور منصفانہ معاشی ترقی

معاشی ترقی کا حقیقی معیار صرف قومی آمدنی، سرمایہ کاری یا مادی خوشحالی نہیں ہوتا، بلکہ انسانی وقار، سماجی انصاف اور ہر فرد کے لیے باعزت زندگی کے مواقع کی فراہمی ہے۔ ایسی معاشی ترقی جو شدید عدم مساوات، استحصال اور سماجی محرومی کو برقرار رکھے، پائیدار امن اور انسانی استحکام کی ضمانت نہیں بن سکتی۔ ہم اس امر پر زور دیتے ہیں کہ تمام معاشی پالیسیاں اور ترقیاتی حکمت عملیوں میں انسانی وقار، مساوی مواقع اور کمزور و محروم طبقات کے تحفظ کو بنیادی ترجیحات میں شامل کیا جائے، تاکہ ترقی کے ثمرات معاشرے کے تمام طبقات تک منصفانہ طور پر پہنچ سکیں۔

دنیا کو درپیش معاشی عدم مساوات اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم صرف اقتصادی چیلنجز نہیں بلکہ گہرے اخلاقی اور انسانی مسائل بھی ہیں۔ تمام مذاہب انسانی ہمدردی، سماجی انصاف، اعتدال، سخاوت اور ضرورت مندوں کی دستگیری کو بنیادی اقدار قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ہم حکومتوں، بین الاقوامی اداروں، مالیاتی تنظیموں، مذہبی قیادت، نجی شعبے اور سول سوسائٹی پر زور دیتے ہیں کہ وہ ایسی جامع اور منصفانہ معاشی حکمت عملیوں کو فروغ دیں جو انسانی وقار کا تحفظ کریں، سماجی انصاف کو مضبوط بنائیں، پائیدار ترقی کے اہداف (Sustainable Development Goals) کے حصول میں معاون ہوں، اور ایسی معیشت کی تشکیل کریں جس میں ترقی کا مرکز سرمایہ نہیں بلکہ انسان ہو۔

(7) علم، تعلیم اور اخلاقی قیادت

علم، تعلیم اور اخلاقی تربیت ایک پرامن، منصفانہ اور ہم آہنگ معاشرے کے بنیادی ستون ہیں۔ ایسے تعلیمی نظام، مذہبی ادارے، جامعات اور ذرائع ابلاغ جو تنقیدی فکر، اخلاقی ذمہ داری، دیانت داری اور انسانی خدمت کے اوصاف کو فروغ دیتے ہیں، وہ نہ صرف باشعور افراد بلکہ ذمہ دار معاشروں کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، جہالت، تعصب، غلط معلومات اور یک رخی بیانیے معاشرتی

تقسیم، نفرت اور انتہا پسندی کو جنم دیتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد صرف پیشہ ورانہ مہارت پیدا کرنا نہیں بلکہ ایسے انسان تیار کرنا بھی ہے جو اپنی علمی صلاحیت کو انسانی بھلائی اور امن کے فروغ کے لیے استعمال کریں۔

ہم اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ مذہبی اور عصری علوم کے درمیان مصنوعی تقسیم کو کم کیا جائے، تاکہ علم کی مختلف روایتیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہوئے ایسے قائدین پیدا کریں جو اپنے عقیدے سے وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی تنوع، عالمی ذمہ داری اور مشترکہ خیر کے تقاضوں سے بھی پوری طرح آگاہ ہوں۔

(8) ذمہ دارانہ ڈیجیٹل فریم ورک اور ٹیکنالوجی کی اخلاقیات

مصنوعی ذہانت، سوشل میڈیا، الگورتھمز اور ڈیجیٹل ذرائع ابلاغ نے انسانی روابط، معلومات کی ترسیل اور رائے عامہ کی تشکیل میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کی ہے۔ یہ ٹیکنالوجیز انسانیت کے لیے علم، تعاون اور ترقی کے نئے امکانات فراہم کرتی ہیں، لیکن اگر انہیں اخلاقی اصولوں سے بے نیاز کر دیا جائے تو یہی ذرائع نفرت، تعصب، غلط معلومات، سماجی تقسیم، انتہا پسندی اور انسانی وقار کی پامالی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ اس لیے ہم واضح کرتے ہیں کہ ڈیجیٹل دنیا اخلاقی ذمہ داری سے ماورا کوئی دنیا نہیں، بلکہ وہ بھی انہی اصولوں کی پابند ہے جو انسانی وقار، سچائی، انصاف اور باہمی احترام کی حفاظت کرتے ہیں۔

ہم حکومتوں، ٹیکنالوجی کمپنیوں، مصنوعی ذہانت کے ماہرین، ذرائع ابلاغ، تعلیمی اداروں، مذہبی قیادت اور سول سوسائٹی پر زور دیتے ہیں کہ وہ ایسی ڈیجیٹل حکمرانی کو فروغ دیں جو شفافیت، جوابدہی، رازداری، معلومات کی صحت اور انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

(9) مشترکہ انسانی چیلنجز میں بین المذاہب تعاون

اکیسویں صدی کے بڑے چیلنجز، جیسا کہ موسمیاتی تبدیلی، غربت، بھوک، جبری نقل مکانی، وبائی امراض، قدرتی آفات، معاشی ناہمواری اور انسانی بحران جیسے مسائل کسی ایک مذہب، قوم یا ریاست تک محدود نہیں ہیں، بلکہ پوری انسانیت کے مشترکہ مسائل

ہیں۔ان کا مؤثر حل صرف سیاسی یا معاشی حکمت عملیوں سے ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اخلاقی عزم، سماجی یکجہتی اور مختلف مذہبی و فکری برادریوں کے درمیان عملی تعاون بھی ناگزیر ہے۔ ہم اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ انسانیت کو درپیش ان چیلنجز کے مقابلے میں ہمارے مشترکہ مفادات، ہمارے اختلافات سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔

ہم تمام مذہبی قائدین، حکومتوں، بین الاقوامی اداروں، فلاحی تنظیموں، جامعات، نجی شعبے اور مقامی برادریوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ انسانی فلاح کے ان شعبوں میں مشترکہ شراکت داری کو فروغ دیں۔ بین المذاہب تعلقات کو صرف مکالمے تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ انہیں انسانی امداد، ماحولیاتی تحفظ، غربت کے خاتمے، صحت عامہ، پناہ گزینوں کی مدد اور پائیدار ترقی جیسے عملی میدانوں میں بھی مؤثر شراکت داری کی صورت دی جائے۔

(10) مذہبی سفارتکاری اور تنازعات کے پُرامن حل میں تعاون

موجودہ دور میں، جب دنیا جنگوں، مسلح تنازعات، کشیدگی اور انسانی بحرانوں سے دوچار ہے، مذہبی قیادت امن، مفاہمت اور انسانی اعتماد کی بحالی میں ایک ناگزیر کردار ادا کر سکتی ہے۔ مذہبی رہنما اپنی اخلاقی ساکھ، سماجی اثر ورسوخ اور عوامی اعتماد کے ذریعے ایسے حالات میں مکالمے کی راہیں ہموار کر سکتے ہیں جہاں سیاسی ذرائع محدود یا تعطل کا شکار ہو جائیں۔ ہم حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں و علاقائی اداروں پر زور دیتے ہیں کہ وہ امن سازی، ثالثی اور تنازعات کے پُرامن تصفیے کے عمل میں مذہبی قیادت کی تعمیری شمولیت کو فروغ دیں۔

جب اخلاقی قیادت، سفارتی حکمت اور بین المذاہب تعاون یکجا ہوتے ہیں تو وہ ایسے دروازے کھول سکتے ہیں جو محض سیاسی مذاکرات سے ہمیشہ ممکن نہیں ہوتے، اور اسی کے ذریعے انصاف، مصالحت اور پائیدار امن کی بنیاد مضبوط کی جا سکتی ہے۔ حالیہ علاقائی بحرانوں میں پاکستان کی ثالثی اور کشیدگی میں کمی کے لیے کی جانے والی سفارتی کوششوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مذہبی و اخلاقی اعتماد اور متوازن سفارتکاری کو یکجا کرکے امن کے نئے امکانات پیدا کیے جا سکتے ہیں۔

(11) خواتین اور نوجوان: امن، مکالمے اور سماجی تعمیر کے شراکت دار

خواتین اور نوجوان کسی بھی معاشرے کی محض آبادی کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ امن، سماجی ہم آہنگی، قیادت اور پائیدار ترقی کے بنیادی شراکت دار ہیں۔ بین المذاہب و بین الثقافتی تعلقات، امن سازی اور سماجی استحکام کے لیے ان کی بامعنی اور مؤثر شمولیت ناگزیر ہے۔ ان کی شراکت کو محض نمائندگی تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ فیصلہ سازی، پالیسی سازی، مکالمے اور امن کے اقدامات میں حقیقی شراکت داری کی صورت دی جائے۔

خواتین اور نوجوانوں کے اندر قیادت کی صلاحیتوں کو فروغ دینے، بین المذاہب مکالمے میں ان کی شراکت بڑھانے، رضاکارانہ خدمات اور امن سازی کے پروگراموں میں ان کی مؤثر شمولیت کے لیے جامع طریقِ کار وضع کیے جانے چاہیئں۔ ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب خواتین کی بصیرت، نوجوانوں کی توانائی اور مذہبی واخلاقی اقدار باہم ملتے ہیں تو معاشرے زیادہ منصفانہ، پرامن اور مستحکم بنتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کے لیے ایک بہتر دنیا کی تعمیر اسی وقت ممکن ہے جب خواتین اور نوجوانوں کو امن اور انسانی ہم آہنگی کے سفر میں برابر کا شریک اور مستقبل کی قیادت کا امین تسلیم کیا جائے۔

(12) اخلاقی قیادت اور انسانی ذمہ داری

موجودہ عالمی بحران محض سیاسی، معاشی یا سلامتی کے مسائل نہیں ہیں، بلکہ بنیادی طور پر اخلاقی قیادت کے بحران کی عکاسی کرتے ہیں۔ جنگوں، طاقت کی سیاست، بڑھتی ہوئی معاشی ناہمواری، موسمیاتی تبدیلی، مصنوعی ذہانت کے غیر ذمہ دارانہ استعمال، ہتھیاروں کی دوڑ اور انسانی اعتماد کے زوال نے یہ واضح کر دیا ہے کہ صرف سیاسی طاقت، معاشی برتری یا تکنیکی ترقی انسانیت کو پائیدار امن اور مشترکہ خوشحالی فراہم نہیں کر سکتیں۔ حقیقی عالمی قیادت وہ ہے جو انسانی وقار، انصاف، جوابدہی، قانون کی بالادستی، بین الاقوامی تعاون اور مشترکہ انسانی مفاد کو ہر قومی یا گروہی مفاد پر ترجیح دے۔

ہم حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں، مذہبی قیادت، علمی اداروں، نجی شعبے اور عالمی برادری کے تمام مؤثر عناصر سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ طاقت کے استعمال کو اخلاقی ذمہ داری کے تابع بنائیں اور عالمی مسائل کے حل کے لیے تصادم اور غلبے کی سیاست کے بجائے تعاون، مکالمہ اور مشترکہ ذمہ داری کے اصولوں کو فروغ دیں۔ ہم اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ انسانیت کا مشترکہ مستقبل کسی ایک قوم، مذہب یا ریاست کی کامیابی سے نہیں ہے، بلکہ ایسی اخلاقی عالمی قیادت سے وابستہ ہے جو آنے والی نسلوں، کرۂ ارض اور پوری انسانی برادری کے مفاد کو اپنی اجتماعی ذمہ داری سمجھے۔

(13) آئندہ نسلوں کے لیے امن کا عالمی عہد

ہم اس اعلامیے کو محض موجودہ عہد کے تقاضوں کا جواب نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے ساتھ ایک اخلاقی عہد قرار دیتے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ آج کیے جانے والے فیصلے، اپنائے جانے والے بیانیے اور قائم کی جانے والی ترجیحات ہی آنے والی دنیا کی سمت متعین کریں گی۔ اس لیے ہم اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ مذہبی اختلاف کو تنازع اور تقسیم کا ذریعہ بنانے کے بجائے اسے باہمی احترام، مشترکہ ذمہ داری اور انسانی تعاون کی بنیاد بنایا جائے۔ ہمارا مقصد ایک ایسی عالمی تہذیب کی تعمیر ہے جس میں انسان کی شناخت اختلاف سے نہیں بلکہ اس کی مشترکہ انسانیت سے پہچانی جائے۔

ہم حکومتوں، مذہبی قیادت، بین الاقوامی اداروں، جامعات، تعلیمی مراکز، ذرائع ابلاغ، نجی شعبے، نوجوانوں اور سول سوسائٹی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس اعلامیے کے اصولوں کو محض نظریاتی اقدار کے طور پر نہ دیکھیں، بلکہ انہیں اپنی پالیسیوں، تعلیمی نظام، سماجی رویوں، بین الاقوامی تعاون اور عوامی زندگی میں عملی رہنمائی کے طور پر اختیار کریں۔ امن ایک وقتی معاہدہ نہیں ہوتا، بلکہ ایک مسلسل اخلاقی ذمہ داری ہے، اور بین المذاہب ہم آہنگی ایک محدود منصوبہ نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی دائمی انسانی کاوش ہے جس کے ذریعے ہم آنے والی نسلوں کے لیے ایک زیادہ محفوظ اور باوقار دنیا کی تعمیر میں اپنا مشترکہ کردار ادا کریں گے۔

۔ختم شُد۔

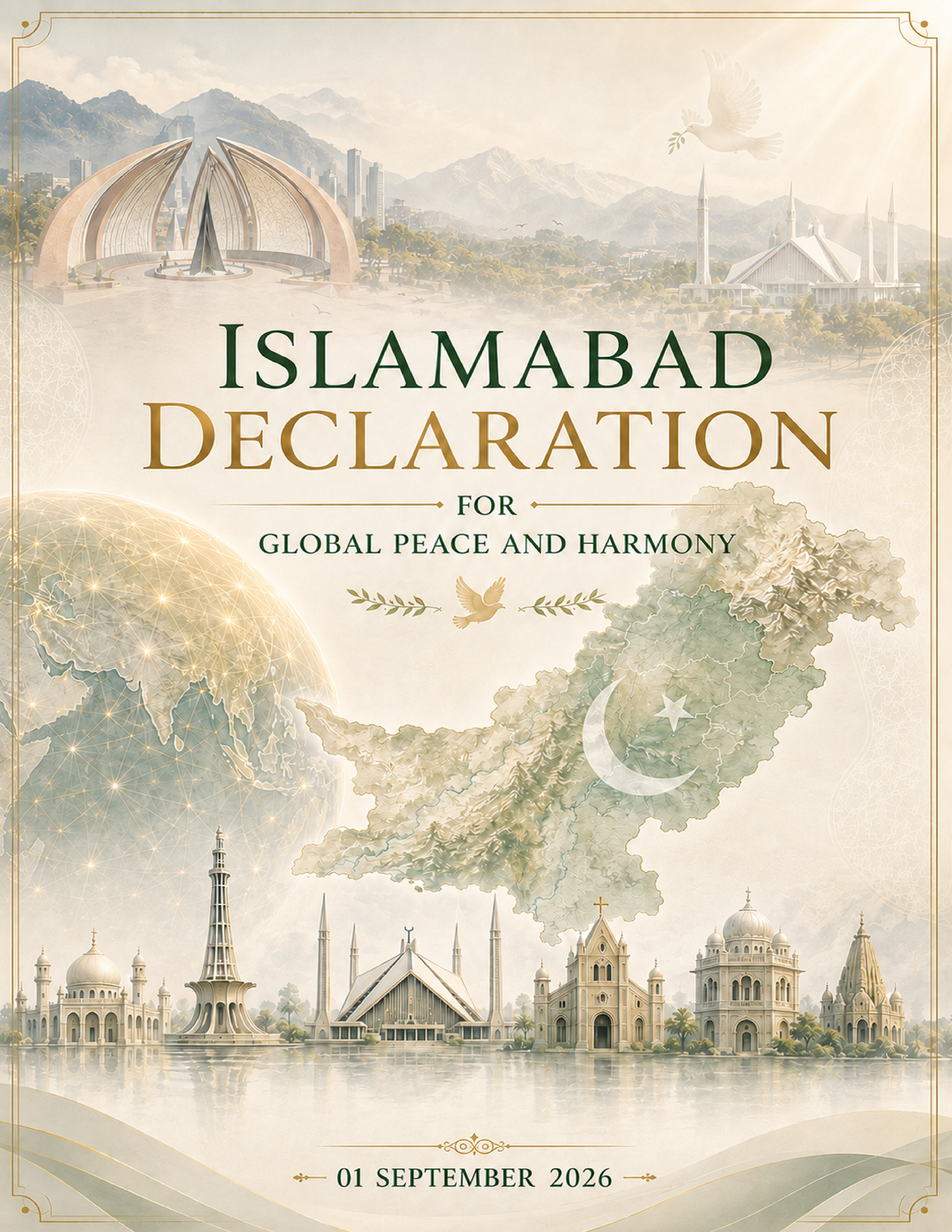
ISLAMABAD
DECLARATION
FOR
GLOBAL PEACE AND HARMONY
01 SEPTEMBER 2026